بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

اس مہینہ کی آخری تاریخوں میں جمعیۃ علمائے ہند کا سالانہ اجلاس حیدرآباد دکن میں ہو رہا ہے یہ اجلاس اپنی خاص نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم بھی ہوگا اور تاریخی بھی! اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موجودہ حالات میں صرف جمعیۃ ہی ایک ایسا ادارہ ہے جو عام ملکی خدمات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی رہنمائی کر سکتا اور ان کے جائز مطالبات کو پوری جرأت اور بے باکی کے ساتھ حکومت کے سامنے رکھ سکتا ہے اور نہ دوسرے کسی ادارہ میں یہ جرأت ہے تو اس میں اس اسلامی نقطۂ نظر اور دینی حمیت کی کمی ہے جو مسلمانوں کے ملی مشکلات کا حل سوچنے کے لئے ضروری ہے اور اگر کسی ادارہ میں دینی حمیت اور اسلامی نقطہ نظر موجود ہے تو اس میں تحریکِ آزادی سے الگ تھلگ رہنے یا کسی اور وجہ سے وہ جرأت اور بے باکی نہیں ہے جو مسلمانوں کے حقوقِ واجبہ اور ان کے جائز مطالبات کو حکومت کے سامنے پیش کرنے کے لئے ازبس ضروری ہے جمعیت میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں اور اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی ان دونوں خصوصیتوں سے کام لے کر اس سالانہ اجلاس کے موقع پر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دے۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جمعیت کا کام اگر صرف حکومت سے چند مطالبات اور اس غرض کے لئے چند تجاویز منظور کر لینے تک ہی محدود رہا تو ہمارے خیال میں مسلمانانِ ہند کی انتہا درجہ کی بدقسمتی ہوگی یہ وقت مسلمانوں کے فکر و نظر کے سانچہ کو بدلنے کا ہے جب تک ان میں کوئی پائدار اور موثر ذہنی انقلاب پیدا نہیں کیا جائیگا آپ ان کی آئندہ تعمیر کی بنیاد کو استوار نہیں کر سکتے اس سلسلہ میں سب سے اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ "قومیت متحدہ" جس کا پرچار جمعیت ہمیشہ کرتی رہی ہے اس کا تصور بالکل واضح اور صاف الفاظ میں بیان کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ حقیقت جاگزیں ہو سکے کہ اس اتحادِ قومیت کی بنا پر مسلمان اپنے برادرانِ وطن کے ساتھ کن کن سماجی اور معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی، تعلیمی اور روایاتی معاملات میں کھلے دل اور دماغ کے ساتھ تعاون و اشتراک رکھ سکتے ہیں اور نہ صرف یہ کہ رکھ سکتے ہیں بلکہ انھیں رکھنا ہی چاہئے۔ قومیت متحدہ کا یہ تصور اور اس کا یہ بیان اس قدر واضح۔ صاف اور غیر مبہم ہونا چاہئے کہ اس سے واقف ہونے کے بعد مسلمان اس ملک کے

غیر مسلم باشندوں کو نہ صرف "برادرانِ وطن" بلکہ ان کو اپنا "ہم قوم" بھی سمجھنے لگیں اور اس طرح صحیح معنی میں قومیتِ متحدہ کی بنیاد پر اختلافِ مذہب کے باوجود دونوں میں ایک دوسرے کے ساتھ یگانگت کا احساس قوی ہو سکے۔"

اس کے علاوہ بعض خاص مسائل ہیں جن کے متعلق مسلمانوں کا ذہن اب تک صاف نہیں ہے۔ اور وہ ان کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے ہیں۔ مثلاً انسدادِ گاؤکشی۔ اور قومی ترانہ میں شرکت۔ گاؤکشی کے بارہ میں پہلے کافی لکھا جا چکا ہے اب یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ گاؤکشی کی طرح قومی ترانہ کا معاملہ بھی نہایت اہم اور لائق توجہ ہے۔ پچھلے دنوں بہار کے ایک سرکاری مدرسہ میں اس پر کافی ہنگامہ آرائی ہو چکی ہے اور متعدد اخبارات میں اس پر مضامین و مکاتیب شائع ہوتے رہے ہیں ایک بلند پایہ مذہبی جماعت ہونے کے اعتبار سے جمیعت کا یہ فرض تھا کہ وہ اس بارہ میں اپنے قطعی فیصلہ سے مسلمانوں کو مطلع کرتے تاکہ گومگو میں رہنے کے باعث مسلمانوں کو اور ان کے بعض اداروں کو جو نقصان پہنچ رہا ہے وہ نہ پہنچتا سوال صرف یہ ہے کہ قومی ترانہ میں شرکت از روئے احکامِ اسلام جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو آپ برملا اس کا اعلان کیجئے اور حکومت سے مطالبہ کیجئے کہ وہ اس کو تبدیل کرے (جیسا کہ ماسٹر تارا سنگھ نے سکھوں کی طرف سے ایک مرتبہ اس کا مطالبہ کیا تھا) اور اگر یہ جائز ہے تو آپ کھلم کھلا اس کا اعلان کرکے مسلمانوں سے کہئے کہ وہ قومی ترانہ کا احترام کریں اور برادرانِ وطن کے ساتھ اس میں شریک ہوں تاکہ جو مسلمان ازراہِ حمیت و غیرتِ اسلامی ترانہ میں شریک نہیں ہوتے وہ خود اور ان کی وجہ سے دوسرے مسلمان جو نقصان اٹھاتے ہیں ان سے محفوظ ہو سکیں۔ جب تک ان مسائل کو قطعی طور پر طے نہیں کیا جائے گا مسلمان ہندوستان کے موجودہ نقشہ میں اپنا کوئی مقام متعین نہیں کر سکیں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ہمیشہ بے یقینی اور تردد و تذبذب کا شکار رہیں گے۔ جس کے باعث کوئی قوم باعزت زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی

یہ تو وہ مسائل ہیں جن کا تعلق فکر و نظر کی تعمیر سے ہے ان کے علاوہ دو اور چیزیں ہیں جن پر جمعیت کو خاص طور پر اور فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک مسلمانوں کی تعلیمی حالت کی ترقی و اصلاح ہے اور دوسری چیز ان کی اقتصادی خوشحالی ہے اب صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں

کا متمول طبقہ تعداد کے اعتبار سے بہت کم رہ گیا ہے۔ ایک عظیم اکثریت غریبوں اور پست ماندہ اشخاص و افراد پر مشتمل ہے اس بنا پر اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں باعزت زندگی بسر کرنی ہے تو لامحالہ اب انھیں غریبوں کے بچوں اور بچیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانی اور انھیں کو اقتصادی اعتبار سے خوشحال بنانا ہے اس مقصد کے لئے کیا طریق عمل اختیار کیا جائے جس کے ذریعہ یہ مسلمان بچے بچے اور سچے مسلمان بھی رہیں اور ساتھ ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ بن کر باعزت زندگی بسر کرنے کے قابل بھی ہو جائیں۔ جمعیت کو اس پر غور کرنا ہے اور ان وسائل و ذرائع کو فوراً عمل میں لانا ہے جن کے باعث اس مقصد کی تکمیل علیٰ وجہ الاتم ہو سکے جگہ جگہ صرف معمولی درجہ کے مکاتب اور مدارس کھول دینے سے یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہے کہ اب مسلمانوں کی نئی نسل میں زیادہ سے زیادہ پروفیسر۔ قانون دان۔ انجنیر۔ مختلف علوم و فنونِ جدیدہ کے ماہر۔ انگریزی۔ اردو اور ہندی کے ادیب و انشاء پرداز۔ ڈاکٹر اور صنعتی و حرفتی اور تجارتی امور و معاملات کے مبصر، کامیاب سوشل ورکر اور یہاں تک کہ بہترین کھلاڑی پیدا کئے جائیں۔ غرض کہ قومی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ جہاں مسلمان بہ تعداد کثیر نمایاں حیثیت حاصل کرنے کے قابل نہ ہوں، صحیح لیاقت و قابلیت اور پر خلوص خدمت کا جذبہ یہ اوصاف ایسے ہیں کہ جو شخص ان کا حامل ہوگا وہ جلد یا بدیر اپنے دشمن کے دل میں بھی گھر پیدا کرلے گا اور وہ کہیں اور کسی جگہ بھی محروم و نامراد نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص خواہ کتنا ہی متعصب اور تنگ نظر ہو لیکن وہ کب تک زرِ خالص کو پیتل کہہ کر ٹھکراتا رہ سکتا ہے اسے مجبور ہو کر ایک نہ ایک دن اپنی بے بصیرتی پر پشیمان ہونا ہوگا اور زرِ خالص کی قدر کرنی ہوگی۔

بہرحال اپنی قدیم شاندار روایات کے مطابق جمعیت کو وسعتِ نظر، عالی حوصلگی، بلند ہمتی اور بے باکی و بے خوفی کے ساتھ ان تمام امور و مسائل پر غور و خوض کر کے ان کا حل پیدا کرنا ہے اور مسلمانوں کی تعمیر نو کا ایک ہمہ گیر لائحۂ عمل مرتب کر کے اس کی تکمیل و تعمیل میں پوری سرگرمی جوش و خروش اور ہمت و مردانگی کے ساتھ مصروف ہو جانا ہے اب وقت کام کا ہے کام کرنا چاہئے۔ محض شاندار پنڈال بنانا۔ نعرے لگانا۔ اور اسٹیج پر پُرزور تقریریں کر دینا اس امت مرحومہ کے درد کا درماں نہیں ہے۔